بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدؑ آخری زمانہ کا رسُول

(حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سیدنا فضل عمر کے قلم سے)

دیباچہ

چونکہ احمدیہ جماعت کی روزمرہ ترقی اور اطراف عالم میں پھیلنے والی لہر کو دیکھکر بہت سے لوگوں کو جو اسکے حالات سے واقف نہیں خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس کے حالات سے آگاہ ہوں۔ لیکن بوجہ مجبوری کے وہ مفصّل کُتب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیئے مَیں نے چاہا کہ ایک ایسا رسالہ لکھدوں جس میں مختصر طور پر اس سلسلہ اور اس کے بانی کے حالات درج ہوں تاکہ طالبان حق کے لیئے وہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے ماتحت راہنما کا کام دے اور مزید تحقیق کے لیئے انکے دلوں میں تحریک پیدا کرے اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہونیوالوں کے لیئے راستہ صاف کرے اس مختصر ٹریکٹ میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی جائیگی۔ احمدؑ بانی سلسلۂ احمدیہ کے حالات۔ اسکی سیرۃ۔ اس کا دعویٰ اور دلائل۔ اس کی مشکلات۔ اس کی پیشگوئیاں۔ اس کا کام اسکے بعد۔ اس کے قائم کردہ سلسلہ کے حالات۔

احمدؑ

احمدؑ جو سلسلۂ احمدیہ کے بانی تھے۔ آپ کا پورا نام غلام احمد تھا اور آپ قادیان کے

۵۷ ۲۴

باشندہ تھے جو بٹالہ ریلوے سٹیشن سے جو امرتسر سے چوبیس میل اور لاہور سے ستادن میل جانب مشرق واقعہ ہے گیارہ میل جانب مشرق پر ایک قصبہ ہے آپ قریباً ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور آپ کی ولادت توام تھی یعنی آپکے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی جو تھوڑی ہی مدت کے بعد فوت ہوگئی۔

پیشتر اسکے کہ میں آپکے حالات بیان کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً آپکے خاندان کے بھی کچھ حالات بیان کر دیئے جائیں۔

احمد قادیانی کے خاندانی حالات

آپ کا خاندان اپنے علاقہ میں ایک معزز خاندان تھا اور اس کا سلسلۂ نسب برلاس سے جو امیر تیمور کا چچا تھا ملتا ہے۔ اور جبکہ امیر تیمور نے علاقہ کش پر بھی جس پر اس کا چچا حکمران تھا قبضہ کر لیا تو برلاس کا خاندان خراسان میں چلا آیا اور ایک مدت تک یہیں رہا لیکن دسویں صدی ہجری یا سولہویں صدی مسیحی کے آخر میں اس خاندان کا ایک ممبر مرزا ہادی بیگ بعض غیر معلوم وجوہات کے باعث اس ملک کو چھوڑ کر قریباً دو سو آدمیوں سمیت ہندوستان میں آگیا اور دریائے بیاس کے قریب کے علاقہ میں اس نے اپنا ڈیرہ لگایا اور بیاس سے نو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بسایا اور اس کا نام اسلام پور رکھا (یعنی اسلام کا شہر) چونکہ آپ ایک نہایت قابل آدمی تھے دہلی کی حکومت کی طرف سے اس علاقہ کے قاضی مقرر کیئے گئے اور اس عہدہ کی وجہ سے آپکے گاؤں کا نام بجائے اسلام پور کے اسلام پور قاضی ہوگیا یعنی اسلام پور جو قاضی کا مقام ہے اور بگڑتے بگڑتے اسلام پور کا نام تو بالکل مٹ گیا اور صرف قاضی رہ گیا جو پنجابی تلفظ میں قادی بن گیا اور آخر اس سے بگڑ کر اس گاؤں کا نام قادیان ہوگیا۔ غرض مرزا ہادی بیگ صاحب نے خراسان سے آکر بیاس کے پاس ایک گاؤں بسا کر اس میں بود و باش اختیار کی اور اسی جگہ پر انکا خاندان ہمیشہ قیام پذیر رہا اور باوجود دہلی پایہ تخت حکومت سے دور رہنے کے اس خاندان کے ممبر مغلیہ حکومت کے ماتحت معزز عہدوں پر

مامور رہے اور جب مغلیہ خاندان کو ضعف پہنچا اور پنجاب میں طوائف الملوکی پھیل گئی تو یہ خاندان ایک آزاد حکمران کے طور پر قادیان کے اردگرد کے علاقہ پر جو قریباً ساٹھ میل کا رقبہ تھا حکمران رہا لیکن سکھوں کے زور کے وقت رام گڑھیہ سکھوں نے بعض اور خاندانوں کے ساتھ ملکر اس خاندان کے خلاف جنگ شروع کی اور گو انکے پڑدادا نے تو اپنے زمانہ میں ایک حد تک دشمن کے حملوں کو روکا۔ لیکن آہستہ آہستہ مرزا صاحب کے دادا کے وقت اس ریاست کی حالت ایسی کمزور ہوگئی کہ صرف قادیان جو اُس وقت ایک قلعہ کی صورت میں تھا اور اس کے چاروں طرف فصیل تھی انکے قبضہ میں رہ گیا۔ اور باقی سب علاقہ انکے ہاتھوں سے نکل گیا اور آخر بعض گاؤں کے باشندوں سے سازش کرکے سکھ اس گاؤں پر بھی قابض ہوگئے اور اس خاندان کے سب مرد و زن قید ہوگئے لیکن کچھ دنوں کے بعد سکھوں نے انکو اس علاقہ سے چلے جانیکی اجازت دیدی اور وہ ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے اور وہاں قریباً سولہ سال رہے۔ اسکے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ آگیا اور انہوں نے سب چھوٹے چھوٹے راجوں کو اپنے ماتحت کرلیا اور اس انتظام میں حضرت مرزا صاحب کے والد کو بھی انکی جاگیر کا بہت کچھ حصہ واپس کردیا اور وہ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں ملازم ہوگئے۔ اور جب انگریزی حکومت نے سکھوں کی حکومت کو تباہ کیا تو انکی جاگیر ضبط کی گئی۔ مگر قادیان کی زمین پر انکو مالکیت کے حقوق دیئے گئے۔ ان مختصر حالات کے لکھنے کے بعد سر لیپل گریفن کی کتاب پنجاب چیفس کا وہ حصہ جو حضرت مرزا صاحب کے خاندان کے متعلق ہے ہم لکھدینا مناسب سمجھتے ہیں:۔

"شہنشاہ بابر کی عہد حکومت کے آخری سال یعنی ۱۵۳۰ء میں ایک مغل مسمی ہادی بیگ باشندہ سمرقند اپنے وطن کو چھوڑ کر پنجاب میں آیا اور ضلع گورداسپور میں بود و باش اختیار کی۔ یہ کسی قدر پڑھا لکھا آدمی تھا اور قادیان کے گرد و نواح کے ۷۰ مواضعات کا قاضی یا مجسٹریٹ مقرر کیا گیا کہتے ہیں کہ قادیان اس نے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پور قاضی رکھا جو بدلتے بدلتے قادیان ہوگیا۔[1] کئی پشتوں تک یہ خاندان شاہی عہد حکومت میں معزز عہدوں پر ممتاز

[1] پنجابی زبان میں جیسے ضاد بولتے ہیں اکثر عربی زبان کی ض د سے بدل جاتا ہے۔ گنبض۔ گنبد۔ استاد۔ استاض

رہا۔ اور محض سکھوں کے عروج کے زمانہ میں یہ افلاس کی حالت میں ہو گیا تھا۔ گل محمد اور اُسکا بیٹا عطا محمد رام گڑھیہ اور کنھیا مسلوں سے جن کے قبضے میں قادیان کے گرد و نواح کا علاقہ تھا ہمیشہ لڑتے رہے اور آخر کار اپنی تمام جاگیر کو کھو کر عطا محمد بیگووال میں سردار فتح سنگھ اہلو والیہ کی پناہ میں چلا گیا۔ اور ۱۲ سال تک امن و امان سے زندگی بسر کی۔ اسکی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا تھا غلام مرتضےٰ کو قادیان واپس بلا لیا اور اس کی جدی جاگیر کا ایک بہت بڑا حصہ اسے واپس دیدیا۔ اس پر غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہوا اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔

نونہال سنگھ شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دَور دَورے میں غلام مرتضےٰ ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔ ۱۸۴۱ء میں یہ جرنیل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کلو کی طرف بھیجا گیا۔ اور ۱۸۴۳ء میں ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدے میں اس نے کارہائے نمایاں کیئے۔ اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔ اس موقع پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں۔ جب بھائی مہاراج سنگھ اپنی فوج لیئے دیوان مولراج کی امداد کے لیئے ملتان کی طرف جا رہا تھا تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیرداران لنگر خاں ساہیوال اور صاحب خاں ٹوانہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا اور مصر صاحب دیال کی فوج کے ساتھ باغیوں سے مقابلہ کیا اور اُنکو شکستِ فاش دی۔ اُن کو سوائے دریائے چناب کے کسی اور طرف بھاگنے کا راستہ نہ تھا جہاں چھ سَو سے زیادہ آدمی ڈوب کر مر گئے۔

الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیر ضبط کی گئی مگر ۷۰۰ روپیہ کی ایک پنشن غلام مرتضیٰ اور اُس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اُس کے گرد و نواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ رہے۔ اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کیئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اُس وقت تھا جبکہ افسر موصوف نے تریموں گھاٹ پر نمبر ۴۶ نیٹو انفنٹری

گے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔

غلام مرتضیٰ جو ایک لائق حکیم تھا ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ غلام قادر حکام مقامی کی امداد کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس اُن افسران کے جن کا انتظامی امور سے تعلق تھا بہت سے سرٹیفکیٹ تھے۔ یہ کچھ عرصے تک گورداسپور میں دفتر ضلع کا سپرنٹنڈنٹ رہا۔ اس کا اکلوتا بیٹا کم سنی میں فوت ہوگیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمد کو متبنّیٰ کرلیا جو غلام قادر کی وفات یعنی ۱۸۸۳ء سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ مرزا سلطان احمد نے نائب تحصیلداری سے گورنمنٹ کی ملازمت شروع کی اور اب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ یہ قادیان کا نمبردار بھی ہے۔۔ نظام الدین کا بھائی امام الدین جو ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا دہلی کے محاصرے کے وقت ہاڈسن ہورس (رسالہ) میں رسالدار تھا۔ اس کا باپ غلام محی الدین تحصیلدار تھا۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور اس کو تعلیم نہایت اچھی ملی۔ ۱۸۹۱ء میں اس نے بموجب مذہب اسلام مہدی یا مسیح موعودؑ ہونیکا دعویٰ کیا۔ چونکہ یہ ایک عالم اور منطقی تھا اسلیئے دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لوگ اس کے معتقد ہوگئے اور اب احمدیہ جماعت کی تعداد پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں تین لاکھ کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ مرزا عربی فارسی اور اُردو کی بہت سی کتابوں کا مصنف تھا جن میں اس نے جہاد کے مسئلہ کی تردید کی اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ان کتابوں نے مسلمانوں پر اچھا اثر کیا ہے۔ مدّت تک یہ بڑی مصیبت میں رہا۔ کیونکہ مخالفین مذہب سے اس کے اکثر مباحثے اور مقدمے رہے

لیکن اپنی وفات سے پہلے جو ۱۹۰۸ء میں ہوئی اس نے ایک ایسا رتبہ حاصل کر لیا کہ وہ لوگ بھی جو اس کے خیالات کے مخالف تھے اس کی عزت کرنے لگے۔ اس فرقہ کا صدر مقام قادیان ہے جہاں انجمن احمدیہ نے ایک بڑا سکول کھولا ہے اور ایک چھاپہ خانہ بھی ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس فرقے کے متعلق خبروں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد کا خلیفہ ایک مشہور حکیم مولوی نورالدین جو چند سال مہاراجہ کشمیر کی ملازمت میں رہا ہے۔"

اس خاندان کے سالم موضع قادیان پر جو ایک بڑا موضع ہے حقوق مالکانہ ہیں اور نیز تین ملحقہ مواضعات پر بشرح پانچ فی صدی حقوق تعلقداری حاصل ہیں۔"

حضرت مرزا صاحب کی پیدائش اور طفولیت کے حالات

حضرت مرزا صاحب کے خاندان کے مختصر حالات لکھنے کے بعد ہم آپ کے حالات کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا ہے آپ ۱۸۳۶ء/۳۷ میں پیدا ہوئے تھے جو کہ آپ کے والد کے عروج کا زمانہ تھا کیونکہ اسوقت انکو جاگیر کے بعض مواضع اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجی خدمت کی وجہ سے اچھی عظمت حاصل تھی لیکن منشائے الٰہی یہ تھا کہ ایک ایسے رنگ میں پرورش پائیں جس میں آپکی توجہ خدا تعالےٰ کی طرف ہو اسلیئے آپکی پیدائش کے تین ہی سال بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے ساتھ ہی سکھ حکومت پر زوال آگیا اور اس زوال کے ساتھ آپ کے والد بھی مختلف تفکرات میں مبتلا ہو گئے۔ اور آخر الحاق پنجاب کے موقعہ پر انکی جائداد ضبط ہو گئی اور باوجود ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے وہ اپنی جاگیر واپس نہ لے سکے جس کا صدمہ انکے دل پر آخر دم تک رہا چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار کے قریب روپیہ خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر کار ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا

ایک خیال خام تھا اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیاوی کدورتوں سے پاک ہے اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا۔ اور ایّام ملازمت کی پنشن بھی تھی مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا اس وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بارہا کہتے تھے کہ "جسقدر میں نے اس پلید دنیا کے لیے سعی کی اگر میں وہ سعی دین کے لیئے کرتا تو آج شاید قطبِ وقت یا غوثِ وقت ہوتا اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند ؎ بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ اپنا بنایا ہوا شعر رقت کے ساتھ پڑھتے اور وہ یہ ہے :- از درِ تو اے کسے ہر بیکسے ؎ نیست امیدم کہ بروم ناامید

اور کبھی درد دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے۔

بآب دیدہ عشاق و خاکپائے کسے ؎ مرادلے است کہ در خون تپد بجائے کسے

حضرت عزّت جلشانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ "دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لیئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی"

اس تحریر سے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے والد کی اس حالت کے متعلق لکھی ہے جس میں وہ آپ کے زمانۂ طفولیت اور جوانی کے وقت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالٰی نے ایسے رنگ میں آپکی تربیت فرمائی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا کی محبت آپکے دل میں پیدا ہی نہ ہونے پائی اس میں کوئی شک نہیں کہ آپکے والد اور بڑے بھائی کی دنیاوی حالت اسوقت بھی ایسی تھی کہ وہ دنیاوی لحاظ سے معزز و ممتاز

کہلاتے تھے اور حکام ان کا ادب و لحاظ کرتے تھے لیکن پھر بھی انکا دنیا کے پیچھے پڑنا اور اپنی ساری عمر اسکے حصول کے لیئے خرچ کر دینا لیکن پھر بھی اس کا اس حد تک انکو حاصل نہ ہونا جس حد تک کہ وہ اسپر اپنا خاندانی حق خیال کرتے تھے اس پاک دل کو جو اپنے اندر کسی قسم کی میل نہ رکھتا تھا یہ بتا دینے کے لیئے کافی تھا کہ دنیا روزے چند وآخرت باخداوند۔ چنانچہ اس نے اپنی بچپن کی عمر سے اس سبق کو ایسا یاد کیا کہ اپنی وفات تک نہ بھلایا اور گو دنیا طرح طرح کے خوبصورت لباسوں میں اسکے سامنے آئی اور اس کو اپنے راستہ سے ہٹا دینے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے کبھی اسکی طرف التفات نہ کی اور اس سے ایسی جدائی اختیار کی کہ پھر اس سے کبھی نہ ملا۔

غرض مرزا صاحب کو اپنی بچپن کی عمر سے ہی اپنے والد کی زندگی میں ایک ایسا تلخ نمونہ دیکھنے کا موقعہ ملا کہ دنیا سے آپکی طبیعت سرد ہو گئی اور جب آپ بہت ہی بچہ تھے تب بھی آپ کی تمام تر خواہشات رضائے الٰہی کے حصول میں ہی لگی ہوئی تھیں چنانچہ آپکے سوانح نویس شیخ یعقوب علی صاحب آپکے سوانح میں ایک عجیب واقعہ جو آپ کی نہایت بچپن کی عمر کے متعلق ہے تحریر کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جب آپکی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ ایک اپنی ہم سن لڑکی کو جس سے بعد میں آپکی شادی بھی ہو گئی کہا کرتے تھے کہ "نامرادے دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے" اس فقرہ سے جو نہایت بچپن کی عمر کا ہے پتہ چلتا ہے کہ نہایت بچپن کی عمر سے آپکے دل میں کیسے جذبات موجزن تھے اور آپکی خواہشات کا مرکز کس طرح خدا ہی خدا ہو رہا تھا اور ساتھ ہی اس ذہانت کا پتہ چلتا ہے جو بچپن کی عمر سے آپکے اندر پیدا ہو گئی تھی کیونکہ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بھی آپ تمام خواہشات کا پورا کرنیوالا خدا تعالیٰ کو ہی سمجھتے تھے اور عبادت کی توفیق کا دینا بھی اسی پر موقوف جانتے تھے نماز پڑھنے کی خواہش کرنا اور اس خواہش کو پورا کرنیوالا خدا تعالیٰ کو ہی جاننا اور پھر اس گھر میں پرورش پاکر جسکے چھوٹے بڑے دنیا کو ہی اپنا خدا سمجھ رہے تھے ایک ایسی بات ہے جو سوائے کسی ایسے دل کے جو دنیا کی ملونی سے ہر طرح پاک ہو اور دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دینے کے لیئے خدا تعالیٰ سے تائید

یافتہ ہو نہیں نکل سکتی ٭

مرزا صاحب کی تعلیم

جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے ہیں وہ نہایت جہالت کا زمانہ تھا اور لوگوں کو تعلیم کی طرف بہت ہی کم توجہ تھی اور سکھوں کے زمانہ کی بابت تو یہاں تک مشہور ہے کہ اگر کسی کے نام کسی دوست کا کوئی خط آجاتا تو اس کے پڑھوانے کے لیئے اسے بہت مشقت اور محنت برداشت کرنی پڑتی تھی اور بعض دفعہ مدت تک خط پڑا رہتا تھا اور بہت سے رؤسا بالکل ان پڑھ تھے لیکن خدا تعالیٰ نے چونکہ آپ سے بہت بڑا کام لینا تھا اس لیئے آپکی تعلیم کا اس نے آپکے والد کے دل میں شوق پیدا کر دیا اور باوجود ان دنیاوی تفکرات کے جن میں وہ مبتلا تھے انہوں نے اس جہالت کے زمانہ میں بھی اپنی اولاد کو اس زمانہ کے مناسب حال تعلیم دلانے میں کوتاہی نہ کی چنانچہ جب آپ بچہ ہی تھے تو آپکے والد نے ایک اُستاد آپکی تعلیم کے لیئے ملازم رکھا جن کا نام فضل الٰہی تھا ان سے حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم اور فارسی کی چند کتب پڑھیں۔ اسکے بعد دس سال کی عمر میں فضل احمدؐ نام ایک اُستاد ملازم رکھے گئے یہ اُستاد نہایت نیک اور دیندار آدمی تھا اور جیسا کہ حضرت مرزا صاحب خود تحریر فرماتے ہیں آپ کو نہایت محنت اور محبت سے تعلیم دیتا تھا اس اُستاد سے حضرت صاحب نے صرف و نحو کی بعض کتب پڑھیں۔ اسکے بعد سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں مولوی گُل علی شاہ آپکی تعلیم کے لیئے ملازم رکھے گئے ان سے نحو منطق اور حکمت کی چند کتب آپنے پڑھیں اور فن طبابت کی چند کتب اپنے والد صاحب سے جو ایک نہایت تجربہ کار طبیب تھے پڑھیں اور یہ تعلیم ان دنوں کے لحاظ سے جن میں آپ تعلیم پا رہے تھے بہت بڑی تعلیم تھی لیکن درحقیقت اس کام کے مقابلہ میں جو آپنے کرنا تھا کچھ بھی نہ تھی چنانچہ ہم نے بعض وہ آدمی دیکھے ہیں جو آپکے ساتھ ان اُستادوں سے پڑھتے تھے جن کو آپکے والد نے آپکی تعلیم کے لیئے ملازم رکھا تھا اور وہ نہایت معمولی لیاقت کے آدمی تھے اور انکو ایک معمولی خواندہ آدمی سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی اور جو اُستاد آپکی تعلیم کے لیئے رکھے گئے تھے وہ بھی کوئی بڑے عالم نہ تھے کیونکہ اسوقت علم بالکل مفقود تھا اور فارسی اور عربی کی چند کتب کا

پڑھ لینے والا بڑا عالم خیال کیا جاتا تھا پس جن حالات کے ماتحت اور جن اُستادوں کی معرفت آپکی تعلیم ہوئی وہ ایسے تھے کہ انکی وجہ سے آپکو کوئی ایسی تعلیم نہیں مل سکتی تھی جو اس کام کے لئے آپکو تیار کر دیتی جس کے کرنے پر آپ مبعوث ہونا تھا ہاں اس قدر اس تعلیم کا نتیجہ ضرور ہوا کہ آپ کو فارسی اور عربی پڑھنی آگئی اور فارسی میں اچھی طرح سے اور عربی میں قدرے قلیل آپ بولنے بھی لگ گئے تھے اس سے زیادہ آپنے کوئی تعلیم نہیں حاصل کی اور دینی تعلیم تو باقاعدہ طور پر کسی اُستاد سے حاصل نہیں کی۔ ہاں آپکو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ اپنے والد صاحب کے کتب خانہ کے مطالعہ میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ بارہا آپکے والد کو ایک تو اس وجہ سے کہ آپکی صحت کو نقصان نہ پہنچے اور ایک اس وجہ سے کہ آپ اس طرف سے ہٹ کر انکے کام میں مددگار ہوں آپکو روکنا پڑتا تھا۔

حصول تعلیم کے بعد کا زمانہ

جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے اسوقت گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت پنجاب میں مستحکم ہو چکی تھی غدر کا پُر آشوب زمانہ بھی گذر چکا تھا اور اہل ہند اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اب اس گورنمنٹ کی ملازمت ہی میں تمام عزت ہے اسلیئے مختلف شریف خاندانوں کے نوجوان اسکی ملازمت میں داخل ہو رہے تھے ایسے حالات کے ماتحت اور اس بات کو معلوم کر کے کہ حضرت مرزا صاحب کی طبیعت زمینداری کے کاموں میں بالکل نہیں لگتی آپکے والد صاحب کے مشورہ سے آپ سیالکوٹ بحصول ملازمت تشریف لے گئے اور وہاں ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں ملازم ہو گئے مگر اکثر وقت علمی مشاغل میں ہی گذرتا اور ملازمت سے فراغت کے اوقات میں یا تو آپ خود مطالعہ کرتے یا دوسرے لوگوں کو پڑھاتے تھے یا مذہبی مباحث میں حصہ لیتے تھے اور اُسوقت بھی آپکی پرہیزگاری اور تقوےٰ کا اتنا اثر تھا کہ باوجود اسکے کہ آپ بالکل نوجوان تھے اور صرف اٹھائیس سال کی عمر تھی مگر بوڑھے بوڑھے آدمی مسلمانوں میں سے بھی اور ہندوؤں میں سے بھی آپکی عزت کرتے تھے لیکن آپ کی عادت اسوقت بھی خلوت

پسندی کی تھی اپنے مکان سے باہر کم جاتے اور اکثر وقت وہیں گذارتے۔ مسیحی مشن ان دنوں ہیں پنجاب میں نیا نیا آیا تھا اور مسلمان انکے حملوں سے ناواقف تھے اور اکثر مسیحیوں سے شکست کھاتے تھے لیکن حضرت مرزا صاحب سے جب کبھی بھی مسیحیوں کی گفتگو ہوئی انکو نیچا دیکھنا پڑا چنانچہ پادریوں میں سے جو لوگ حق پسند تھے وہ باوجود اختلاف مذہبی کے آپکی بہت عزت کرتے۔ چنانچہ آپکا سوانح نگار لکھتا ہے کہ ریورنڈ بٹلر ایم اے جو سیالکوٹ کے مشن میں کام کرتے تھے اور جن سے حضرت صاحب کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے تھے جب ولایت واپس جانے لگے تو خود کچہری میں آپکے پاس ملنے کے لیئے چلے آئے اور جب ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے ہیں تو ریورنڈ مذکور نے کہا کہ صرف مرزا صاحب کی ملاقات کے لیئے۔ اور جہاں آپ بیٹھے تھے وہیں سیدھے چلے گئے اور کچھ دیر بیٹھکر واپس چلے گئے۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جبکہ گورنمنٹ برطانیہ کی نئی نئی فتح کو پادری لوگ اپنی فتح کی علامت قرار دیتے تھے اور انمیں تکبر اسقدر سرائت کر گیا تھا کہ ان دنوں میں جو کتب اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں انکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحبان نے اسوقت شاید یہ خیال کر رکھا تھا کہ چند ہی روز میں تمام مسلمانوں کو پکڑ کر بزور شمشیر گورنمنٹ مسیحی بنا لیگی اور وہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف سخت سے سخت الفاظ استعمال کرنے سے بھی نہ رکتے تھے حتٰی کہ بعض دانا یورپین صاحبان کو ہی ان تصانیف کو دیکھکر لکھنا پڑا کہ ان تحریروں کی وجہ سے اگر دوبارہ ۵۷ء کی طرح غدر ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں اور یہ حالت اسوقت تک قائم رہی جبتک کہ مسیحی پادریوں کو یہ یقین نہ ہو گیا کہ ہندوستان میں حکومت انگلستان کی ہے نہ کہ پادریوں کی اور یہ کہ کوئین وکٹوریہ کی گورنمنٹ بزور شمشیر دین مسیحی پھیلانے کی ہرگز روادار نہیں اور وہ کبھی پسند نہیں کرتی کہ کسی مذہب کی ناجائز طور پر دل آزاری کی جائے۔ غرض اسوقت مسیحیوں اور مسلمانوں کے تعلقات نہایت کشیدہ تھے اور پادریوں کے اخلاق ان دنوں ہیں صرف انہی لوگوں تک محدود ہوتے تھے جو انکی باتوں کی تصدیق کریں اور جو آگے سے جواب

دے بیٹھیں ان کے خلاف انکا جوش بہت بڑھ جاتا تھا لیکن باوجود اس کے کہ حضرت مرزا صاحب دین میں نہایت غیور تھے اور مذہبی مباحثات میں کسی سے نہ دبتے تھے ریورنڈ بٹلر آپکی نیک نیتی اور اخلاص اور تقوی کو دیکھ کر متاثر تھے اور باوجود اس بات کو محسوس کرنیکے کہ یہ شخص میرا شکار نہیں ہاں ممکن ہے کہ میں اس کا شکار ہو جاؤں اور باوجود اس طبعی نفرت کے جو ایک صید کو صیاد سے ہوتی ہے وہ دوسرے مذہبی مناظرین کی نسبت مرزا صاحب سے مختلف سلوک کرنے پر مجبور ہوئے اور جاتے وقت کچہری میں ہی آپ سے ملنے کے لیئے آگئے اور آپ سے ملے بغیر جانا پسند نہ کیا۔

ملازمت سے استعفاء

قریباً چار سال آپ سیالکوٹ میں ملازم رہے لیکن نہایت کراہت کے ساتھ آخر والد صاحب کے لکھنے پر فوراً استعفاء دیکر واپس آگئے اور اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت انکے زمینداری کے مقدمات کی پیروی میں لگ گئے لیکن آپ کا دل اس کام پر نہ لگتا تھا۔ چونکہ آپ اپنے والدین کے نہایت فرمانبردار تھے اس لیئے والد صاحب کا حکم تو نہ ٹلتے تھے لیکن اُس کام میں آپکا دل ہرگز نہ لگتا تھا چنانچہ ان دنوں کے آپ کو دیکھنے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات کسی مقدمہ میں ہار کر آتے تو آپ کے چہرہ پر بشاشت کے آثار ہوتے تھے اور لوگ سمجھتے کہ شاید فتح ہو گئی ہے پوچھنے پر معلوم ہوتا کہ ہار گئے ہیں جب وجہ دریافت کیجاتی تو فرماتے کہ ہم نے تو جو کچھ کرنا تھا کر دیا منشائے الٰہی یہی تھا اور اس مقدمہ کے ختم ہونے سے فراغت تو ہو گئی ہے یاد الٰہی میں مصروف رہنے کا موقعہ ملیگا۔ یہ زمانہ آپکا عجیب کشمکش کا زمانہ تھا۔ والد صاحب چاہتے تھے کہ آپ یا تو اپنے زمینداری کے کام میں مصروف ہوں یا کوئی ملازمت اختیار کریں اور آپ ان دونوں باتوں سے متنفر تھے اور اسلیئے اکثر طعن و تشنیع کا شکار رہتے تھے جبتک آپکی والدہ زندہ رہی آپ پر ایک سپر کے طور پر رہی لیکن انکی وفات کے بعد آپ اپنے والد صاحب اور بھائی کی ملامت کا اکثر نشانہ ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کا دنیاوی کاموں سے متنفر

ہو بسستی کی وجہ سے ہے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپکے والد نہایت افسردہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے بعد اس لڑکے کا کس طرح گذارہ ہو گا۔ اور اس بات پر انکو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کے دست نگر رہیگا اور کبھی کبھی وہ آپکے مطالعہ پر چڑکر آپکو مُلّاں بھی کہدیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں مُلّاں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے لیکن باوجود اسکے خود انکے دل میں بھی آپکا رعب تھا اور جب کبھی وہ اپنی دنیاوی ناکامیوں کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپکے استغراق کو دیکھکر خوش ہوتے تھے اور اسوقت فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہُوا ہے لیکن چونکہ انکی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گذری تھی اسلیئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب اس بات کی بالکل پروا نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن وحدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لیئے بیٹھ جاتے تھے اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوئے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح بیٹے کو اپنے خیالات کا شکار کرکے اور دنیاوی عزت کے حصول میں لگا دے اور بیٹا چاہتا تھا کہ اپنے باپ کو دنیا کے خطرناک پھندہ سے آزاد کرکے اللہ تعالیٰ کی محبت کی لو لگا دے۔ غرض یہ عجیب دن تھے جن کا نظارہ کھینچنا قلم کا کام نہیں ہر ایک شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق اپنے دل کے اندر ہی اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ ان دنوں آپکے سامنے پھر ملازمت کا سوال پیش ہُوا اور ریاست کپورتھلہ کے محکمۂ تعلیم کا افسر بنانیکی تجویز ہوئی۔ لیکن آپنے نامنظور کر دیا اور اپنے والد صاحب کے ہموم وغموم کو دیکھکر اس بات کو ہی پسند فرمایا کہ جس تنگی سے بھی گذارہ ہو گھر پر ہی رہیں اور انکے کاموں میں جہانتک ہو سکے ہاتھ بٹائیں گو جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ کا دل اس کام کی طرف بھی راغب نہ تھا۔ لیکن آپ اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت اور انکے آخری ایّام کو جہانتک ہو سکے باآرام کرنیکے لیئے اس کام میں لگے ضرور رہتے تھے گو فتح وشکست سے آپکو دلچسپی نہ تھی۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

یسوع مسیح کا مذہب حقیقی

اور

انجیل متی کی تواریخ تحقیقی

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو ریویو بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

الحاق ہر دو حصص مضمون

مضمون ہذا جس عنوان سے معنون ہے۔ اس کا پہلا حصہ ریویو گذشتہ میں ختم ہو چکا ہے۔ ہر دو حصص مضمون آپس میں ایک گہرا الحاق و تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ جب موجودہ عہد جدید کی رو سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مسیح کی اپنی کوئی جدید شریعت نہ تھی۔ بلکہ وہ شریعت موسوی کا متبع تھا۔ تو پھر کیا انجیل متی کی یہ ورس۔ "کہ سب کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو" متی ۲۸/۱۹ غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ جامع کلیسیا اس ورس کی صحیح تفسیر یہی تسلیم کرتی ہے۔ کہ اس ایک ورس میں مسیح نے کلیسیا کا اتحاد اور یگانگت بلکہ ابتدائی منزل اور بجز ثلاثہ اقانیم کی الوہیت کے اقرار پر رکھی ہے۔ اور تاوقتیکہ کوئی متلاشی ثلاثہ اقانیم کی اُلوہیت کا مقر نہ ہو۔ مسیح کے گلہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک اعتراض ہے۔ جو ہمارے مسیحی بھائیوں کے دل میں ہمارے مضمون ہذا کا پہلا حصہ پڑھکر پیدا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہم نے مناسب سمجھا ہے۔ کہ انکو انجیل متی کی جو سب سے پہلی رسولی تحریر ہے۔ اصلیت دکھا دیں۔ مگر سب سے پہلے ہم اس ورس کی تفسیر کی جو اہل تثلیث کرتے ہیں۔ مجوزہ تردید کیئے دیتے ہیں۔

متی کی مذکورہ ورس اور تثلیث۔

متی کی انجیل کی مذکورہ ورس یعنی باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو۔ تثلیث سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ غور کرو۔ تثلیث کی شکل مقدس اتاناسیس کے نزدیک یہ ہے۔ "اَبْ و ابن و روح القدس کی اُلوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت ازلی یکساں ع۶ اب خدا ابن خدا روح القدس

خدا ہے[15] تثلیث میں کوئی مقدم یا موخر نہیں۔ کوئی کبیر یا صغیر نہیں ہے[25] اب غیر مخلوق۔ ابن غیر مخلوق۔ روح القدس غیر مخلوق ہے[7]

اب ذرا سوچو۔ کہ اس ورس میں متی انجیل نویس نے یہ قواعد وضوابط کہاں لکھے ہیں۔ پھر کیا عہد جدید کی کسی دوسری تحریر میں کسی رسول نے یہ امور درج کیئے ہیں ہرگز نہیں۔ پھر کیا اتاناسیس کوئی حواری تھا۔ یا ملہم۔ کہ ہم بلا وجہ اسکی تعلیم تسلیم کرلیں کیا وہ غلطی سے پاک تھا۔ بتاؤ یوحنا بڑا تھا۔ یا اتاناسیس۔ لاریب تم کہوگے۔ کہ بڈھا یوحنا بہت بڑے درجے کا برگزیدہ تھا۔ تو پھر سنو! یوحنا کہتا ہے۔ مسیح نے فرمایا۔ "میرا باپ سب سے بڑا ہے" [10/29] یوحنا پھر کہتا ہے۔ "باپ مجھ سے بڑا ہے" یوحنا [14/28] لیکن اتاناسیس فرماتے ہیں۔ "اور تثلیث میں کوئی مقدم یا موخر نہیں کوئی کبیر یا صغیر نہیں ہدایت ہے[25]

پھر اور سنو۔ روح القدس کے لیئے اس ورس میں غیر تشخصی اسم وصفت آئے ہیں۔ اصل یونانی پڑھو۔ اور غور کرو۔ اور بھی سنو! سوچو! بتاؤ! مسیح یسوع نے جب یوحنا سے بپتسمہ حاصل کیا تھا۔ تو اسوقت باپ بیٹے روح القدس کے نام پر اصطباغ پایا تھا۔ یا کسی اور کے نام پر یہ شرعی حکم پورا کیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ عقائد نامجات کی حقیقت کیا ہے۔ غور کرو! اول رسولی عقیدہ جس کا نشان آجتک دعایہ کتب میں تمھیں ملیگا۔ جس کا دوسرا نام کلمۃ الرسل ہے۔ اور جو مقدس اتاناسیس کے عقائدنامہ کے پڑھے جانے کے ایام کے سوا باقی دنوں میں تم پڑھتے ہو۔ اسے غور سے اکیلے بیٹھکر پڑھو۔ کیا اس میں مقدس ثالوث کا ذکر ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی عقیدہ کا ذکر بخیال عوام کے ۲ تمط [1/13] میں پایا جاتا ہے۔

بھائیو! عقیدہ نائس جو ۳۲۵ء کا وضع کردہ ہے۔ اس میں بے شک تم اقنوم ثانی کی الوہیت کا ذکر پاؤگے۔ لیکن کیا تم مسیح کے رسولوں حواریوں اور ان کے تبع تابعین کے عقیدہ پر کونسل نائس کے غیر ذمہ دار اشخاص کے وضع کردہ عقیدہ کو ترجیح دوگے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ بعد دریافت حال اصلی کے کبھی تم یہ نہ کہ سکوگے۔

عقائد نامہ جات کی حقیقت

تمہارا ضمیر تمہاری فطرت ضرور لائم بنے گی۔ دوستو! ۳۲۵ء تک تو اقنوم ثانی کی الوہیت تیار کی گئی۔ اس کے بعد ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی کونسل عامہ میں تیسری الوہیت یعنی اقنوم ثالث (روح القدس) کی الوہیت کا فکر دامنگیر ہوا۔ اور "میں ایمان رکھتا ہوں روح القدس" کا اضافہ ہوا۔ عزیزو! دنیا چند روزہ ہے۔ اگر آرام بدنی اور آسائش دنیوی کے واسطے اپنے ضمیر کا خون کرکے آنکھ بند کئے ہوئے ہم وہ سب کچھ تسلیم کریں۔ جن کے عدم تسلیم پر کلیسیا سے علیحدگی سمجھی جاتی ہے تو پھر کیا ہم مرکر خدا باپ کے سامنے نہ جائیں گے۔ پھر وہاں ہم کیا جواب دینگے۔ سوچو ستنفس شہید کہاں ہے۔ مقدس پطرس اور پولوس کیا ہوئے۔ سب سچائی اور راستبازی کا شکار ہوگئے۔ آو! ہم سب بھی سچائی کے واسطے تکالیف میں مبتلا ہونا پسند کریں۔ کیونکہ ان مصائب میں ایک لطف لطیف ہے۔ ہم ایک اور بات سناویں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خود علماء اہل تثلیث میں کے بعض فضلاء

ایک عالم کا اقرار

ورس مذکورہ یعنی متی $\frac{28}{19}$ کو ثبوت تثلیث سے خارج کرتے ہیں۔ مشہور شہرہ آفاق تثلیثی عالم مانکیلس اپنی کتاب المسمی مسیح کا دفن صفحہ ۳۲۵ میں رقم فرماتے ہیں:۔ "ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ ورس ثبوت مسئلہ تثلیث میں کئی بار پیش کی گئی ہے۔ مگر مجھے اقرار کرنا ضروری ہے۔ کہ علماء اس کو اس قرینہ سے نہیں دیکھ سکتے"۔

نتیجہ

پس ثابت ہوا۔ کہ اگر موجودہ انجیل متی کی ورس مذکورہ کو صحیح آیت سمجھ لیا جاوے۔ تو بھی اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی جدید شریعت مسیح کی ثابت ہوسکتی ہے۔ مگر ہم دکھاتے ہیں۔ کہ یہ انجیل متی کیا ہے۔ اور کہ اصلی انجیل متی کیا ہوئی۔ وہ کب لکھی گئی وغیرہ۔ تا اس مسئلہ کا پوری طرح سے تصفیہ ہو جاوے۔

موجودہ انجیل متی کی زبان

موجودہ انجیل متی کی زبان یونانی ہے۔ کلیسیا کا خیال ہے۔ کہ یہ متی رسول کی تحریر ہے۔ جس نے اسے مسیح کی بشارت سنانے کے واسطے زبان یونانی میں لکھا تھا۔ کیونکہ اس وقت زبان یونانی کا دور دورہ عام ایشیائی ممالک میں تھا۔ شامی یہودی لوگوں کی زبان بھی یونانی ہی تھی۔ اسی لیے رسول

۲۸

مذکور نے اسے زبان یونانی میں لکھا۔ یہ انجیل اٹھائیس ابواب کا مجموعہ ہے۔ اٹھائیس ابواب کی کل آیات ایک ہزار اکہتر ہیں۔ سب سے چھوٹا ۱۳ باب اور سب سے بڑا ۲۶ باب ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ابتدائی وقت میں ابواب و آیات کی تقسیم نہ تھی یعنی موجودہ تمام عہد جدید وغیرہ کے نوشتے اپنے ابتدائی وقت میں ابواب و آیات پر منقسم شدہ نہ تھے۔ بلکہ باب تیرھویں صدی کی اور آیات سولھویں صدی کی تجاویز ہیں۔ اس وقت سے پہلے ابواب و آیات نہ بنائے گئے تھے۔

یونانی کا ایشیا میں داخلہ سب سے پہلے اس مضمون پر غور کرنے کے لیئے یہ ضروری امر ہے کہ اول ہم یہ دریافت کریں۔ کہ یونانی زبان ایشیا میں کس طرح آئی۔ اور خصوصاً ملک شام و دیگر علاقہ جات یہود میں اس کا کب اور کس طرح اور کس قدر رواج ہوا۔

یونانی زبان دراصل ملک یونان سے براعظم ایشیا کے بعض ممالک میں آئی تھی۔ یونانی ریاست مقدونیہ کے مشہور بادشاہ سکندر اعظم نے جب ایشیا پر چڑھائی کی۔ تو چونکہ اسکی اصلی فوج فاتح یونانی بہادروں سے بھرپور تھی۔ اسلیئے کچھ عرصہ تک یونانی زبان سکندر اعظم کے مفتوحہ ایشیائی ممالک کی کلام الملک یعنی بادشاہی زبان ٹھہری۔ اس بادشاہ نے فتح ایران کے بعد تقریباً ۳۳۵ء قبل از مسیح شہر مقدس یروشلم پر چڑھائی کی۔ اس واقعہ کا ذکر مشہور مورخ **جوزیفس** اپنی تصنیفات میں یوں کرتا ہے وہ لکھتا ہے "چونکہ شہر مقدس اورشلیم کے باشندوں نے بوقت محاصرہ غازا سکندر کو نقد اور فوج بہم پہنچانے کی مدد سے انکار کر دیا تھا۔ اسلیئے وہ سور اور غازا کی فتح سے فراغت حاصل کر کے یروشلم پر چڑھ آیا۔ سردار کاہن **جودس** نامی ہمراہ تمام فقیہوں اور دیگر علماء و صلحاء کے مع تمام نشانات مقدس مذہب (یہودی مذہب) کے سکندر کی خدمت میں خود چلا گیا۔ سکندر یہ نرالا نظارہ دیکھکر حیران ہوا۔ اور ان کا قصور معاف کر دیا۔ خداوند خدا کے نام کی تعریف کی۔ اور حسب ہدایت سردار کاہن موصوف کے ہیکل میں جاکر سوختنی قربانی چڑھائی۔ جودس نے بادشاہ کو دانی ایل نبی کی کتاب دکھائی۔ (دانی ایل ۸ باب ۲۱ و ۱۱ باب ۳) اور

وہ آیات بتلائیں۔ جن میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ کہ ایک دن شاہ مقدونیہ اور شاہ یونان فارس پر غالب آئیگا۔ سکندر کو اس نوشتہ پر کامل یقین ہو گیا۔ کہ وہ بادشاہ جسکی نسبت پیغمبر نے پیش خبری لکھی ہے۔ واقعی میں ہی ہوں۔ پس یہیں سے پرانی یونانی زبان ایشیا میں آئی۔

یونانیوں کے تعمیر کردہ شہر سکندر اعظم نے سب سے پہلے شام کے علاقہ جات میں سب سے زیادہ نزدیک شہر سکندریہ آباد کیا۔ سکندریہ ایسی جگہ پر آباد ہوا۔ جہاں پورب اور پچھم کی متفرق اقوام آپس میں مل جل سکتی تھیں۔ اسکے بعد ۳۰۰ء قبل مسیح سائیلیوکس (نائیکٹار) (Selukus Nicator) نے سوریہ کا انطاکیہ آباد کیا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں ملک یونان کو مختلف علوم و فنون مثلاً حکمت و ہنر۔ فلسفہ۔ مصوری۔ وغیرہ میں شہرہ آفاق حاصل تھا۔ اور علوم و فنون میں کوئی یونانیوں کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔ اسلیئے زبان یونانی کی آموز کی جانب لوگ متوجہ ہوئے۔

پھر جب رومیوں نے یونان اور اسکے علاقوں کو اور دیگر مفتوحہ ایشیائی مقبوضات کو فتح کر لیا۔ تو یونانی زبان اور بھی پھیل گئی۔ کیونکہ یونانی لوگ بحر روم کے کناروں پر جابجا آباد تھے۔ اسلیئے یونانی زبان عام طور پر تجارتی زبان ہو گئی۔

رومی لوگوں کی زبان اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ رومیوں کی زبان لاٹن یعنی لاطینی تھی۔ اس لیئے عام طور پر رومی مفتوحہ ممالک میں لاطینی کا رواج ہوتا گیا۔ اور چونکہ رومیوں نے یونانیوں کے تمام مفتوحہ مقبوضات پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ اس لیئے کچھ عرصہ بطریق سابق یونانی زبان ہی سرکاری دفاتر اور ملکی معاملات میں استعمال ہوتی رہی۔

مذکورہ بالا تمام تواریخی امورات کو خود مسیحی مورخین نے تسلیم کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر دیکھو تواریخ کلیسا ء ۳ مصنفہ ریورنڈ جیمز جی ڈی ڈی ترجمہ ریورنڈ ای ایم ویری ڈی ڈی

امر متنازع فیہ اب امر متنازعہ درمیان مسیحیوں اور اہل اسلام کے یہ ہے۔ کہ مسیحیوں کو اس بات پر اصرار ہے۔ یونانی زبان رومیوں کی سلطنت کے تمام عہد میں یروشلم وغیرہ

علاقہ جات میں اسی طرح رائج رہی جس طرح خود یونانیوں کے عہد میں تھی۔ اور کہ رومیوں کے عہد میں اسکو کوئی زوال نہیں ہوا۔ بلکہ دن بدن کمال حاصل ہوا۔ اور قریب قریب ملک شام کی اصل زبان یونانی ہو گئی۔

اہل اسلام کہتے ہیں (اہل اسلام سے ہماری مراد احمدی مسلمان ہیں۔ نہ کہ پُرانے غیر احمدی جن کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ مسیحیت کیا چیز ہے) کہ یونانی اور رومی سلطنتوں کے عہود میں ملک شام کی اصلی زبان عبرانی ہی تھی۔ یونانی کے علوم و فنون تحصیل کرنے کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل شام اپنی مادری زبان چھوڑ بیٹھیں۔ اور ان کی یاد سے ایسی فراموش ہو جاوے۔ کہ مادری زبان کا نام تک انکو یاد نہ رہے۔ تحصیل علوم اور بات ہے۔ اور زبان مادری کا قائم رکھنا سخن دیگر۔ پھر رومی لوگ جن کی مادری زبان لاطینی تھی۔ وہ کب اس بات کو پسند کر سکتے تھے۔ کہ انکی موجودہ شاہی زبان لاطینی کی جگہ یونانی ہی مروج رہے۔ اور اگر علوم کے تحصیل کرنے میں اہل شام اپنی اصلی مادری عبری زبان بھول بیٹھے تھے۔ تو پھر چاہیئے۔ کہ رومی لوگ بھی جو شامیوں سے زیادہ علوم یونانی کی جانب متوجہ اور راغب تھے۔ اپنی مادری زبان لاطینی بھول جاتے۔ پس جب رومی لوگوں نے باوجود تحصیل علوم یونانی کے لاطینی اپنی مادری زبان کو رائج اور قائم رکھا۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ یہود جو غیر زبانوں سے سخت متنفر اور اپنی زبان کے پورے حامی تھے۔ عبری اپنی مادری زبان کو بھول جاتے۔ علاوہ انکے ان کی مذہبی کتب عموماً بزبان عبری تھیں۔ پس اس امر کے واسطے جب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے کہ یہود یونانی دیوتاؤں کی بھینٹ ہو کر بُت پرست بن چکے ہوئے تھے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم تسلیم کر سکیں۔ یونانی زبان یہودیوں کی مادری زبان بن چکی ہوئی تھی۔

اس مسئلہ کو یوں سمجھو۔ کہ قبل از عمرکا انگلشیہ ہند میں مغلوں کا دور دورہ تھا۔ اسوقت اس ملک کے دفاتر وغیرہ میں فارسی زبان تھی۔ اور جس طرح آجکل زبان انگریزی کی قدر ہے۔ اسی طرح بقول کلام الملک ملک الکلام فارسی کی عزت تھی۔ مگر نہ تو مغلوں کے وقت میں باوجودیکہ وہ قریب ساڑھے تین صد برس کے ہند پر حکمران رہے۔ اہل ہند کی مادری زبان فارسی بن گئی نہ انگریزی عہد میں ہندوالے زبان انگریزی کو اپنی مدر لنیگویج یعنی مادری زبان بنا بیٹھے

اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ہندی لوگ بباعث مختلف مذاہب کے پیرو کار ہونے کے ایک زبان پر جمع نہیں ہو سکے۔ مگر برخلاف اسکے جب مسلمانوں نے ملک شام کو فتح کیا۔ تو بہ سبب تمام اہل شام کے بطیب خاطر مسلمان ہو جانے کے عبری کی جگہ زبان عربی جو عبری کا منبع تھا۔ اس ملک میں رائج ہو گئی۔

مذکورہ بالا دعادی کے اثبات پیش کرنے میں ہم سب سے پہلے مسیحیوں کی صحیح تواریخ کو مد نظر رکھکر بتلاتے ہیں۔ کہ مسیح کے وقت میں ملک شام کے باشندوں خصوصاً یہود کی (جن کی جانب مسیح مبعوث ہو کر آئے تھے متی ۱۵/۲۴) زبان عبرانی ہی تھی۔ نہ کہ یونانی۔ جیسا مسیحیوں کو اصرار ہے۔

عہد جدید کے مین شواہد

پس واضح ہو۔ متی کی انجیل ۲۱/۹و۸ میں یروشلم کے لوگ جو بھیڑ میں شامل تھے بچے سے بوڑھا تک مسیح کی شان کے واسطے ایک لفظ ہوشعنا بولتے ہیں۔ یہ لفظ عبرانی ہے۔ زبور ۱۱۸/۲۵ بمعنی کرم کر کے نجات دے۔

نمبر ۲ مسیح خود صلیب پر۔ ایلی ایلی لما سبقتنی الفاظ بولتا ہے متی ۲۷/۴۶ یہ الفاظ عبرانی ہیں زبور ۲۲/۱ بمعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔

نمبر ۳۔ مریم مگدلینی جو ایک عورت تھی۔ مسیح کو ربونی یا ربی کہکر پکارتی ہے یوحنا ۲۰/۱۵ یہ لفظ عبری ہے۔ بمعنی اُستاد آقا۔

نمبر ۴۔ یروشلم میں ایک بہت بڑے مجمع یا بھیڑ میں پولوس عبرانی زبان میں تقریر کرتا ہے اعمال ۲۱/۴

نمبر ۵۔ تمام بھیڑ یا مجمع کے لوگ جب سُنتے ہیں۔ کہ وہ عبرانی میں کلام کرتا ہے۔ تو سب سننے کے واسطے چپ ہو گئے اعمال ۲۲/۲

نمبر ۶۔ مسیح جب پولوس پر ظاہر ہُوا۔ عبرانی میں پولوس سے کلام کرتا ہے اعمال ۲۶/۱۴

نمبر ۷۔ مسیح نے ایک بہرے ہکلے کے پاس جا کر جب اسے شفا دینا چاہی۔ تو کہا۔ افتح مرقس ۷/۳۴ بمعنی کھل جا۔

نمبر ۸۔ اعمال ۱/۱۹ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ "اور یہ یروشلم کے سب رہنے والوں کو معلوم ہے یہاں تک کہ اس کھیت کا نام انکی زبان میں حق الدما پڑ گیا یعنی خون کا کھیت اعمال ۱/۱۹ (اس جگہ

؎ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات پر جو تثلیثی جرح و تنقید کیا کرتے ہیں۔ اسپر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں دیکھو ریویو بابت ۵ اگست ۱۹۱۵ء۔

بتصریح ہمارا مدعا ثابت ہوگیا) مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے ثابت ہوگیا۔ کہ مسیحؑ کے وقت میں اہل یہود بلکہ کل اہل شام کی مادری زبان عبرانی ہی تھی۔ اور کہ مسیحؑ خود اس کے حواریین تمام عبرانی ہی میں کلام کرتے تھے۔ کیونکہ انکی مادری زبان عبرانی تھی۔

باقی رہا یہ کہنا۔ کہ مسیح نے تلیتا قومی (یا قوم) وغیرہ الفاظ بھی استعمال کیئے تھے۔ جن کے معنے ہیں۔ اے لڑکی اُٹھ۔ اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ پہلے یہ ثابت کرو۔ کہ یائیرنامی سردار کون تھا۔ یونانی تھا یا رومی۔ یا اسرائیلی۔ پس اس سے کچھ ثابت نہیں ہوسکتا۔ بجز اس امر کے کہ مسیح یونانی۔ لاطینی وغیرہ زبانیں بھی جانتا تھا۔

امر متنازع فیہ کی اصل غرض

اہل شام کی زبان کی نسبت جو امر متنازع فیہ ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اگر یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ مسیح کے وقت اہل شام کی مادری زبان یونانی تھی۔ تو لاریب یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ عہد جدید زبان یونانی میں لکھے جانا چاہیئے تھا۔ تا اصلی باشندے تبلیغ سمجھ جاتے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جاوے۔ جیسا کہ بائبل کی رو سے اور تواریخی و عقلی دلائل سے ہم نے ثابت کردیا۔ کہ ملک شام کی مسیحؑ کے وقت میں زبان عبرانی تھی۔ تو بے شک یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ کہ موجودہ اناجیل اصلی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ بزبان عبرانی تھیں۔ اور یہ بزبان یونانی ہیں۔

متی حواری کا انجیل نویسی سے مدعا

متی انجیل نویس سرکار روم کی جانب سے خراج گیر تھا۔ اس کا دوسرا نام لیوی (متی ۹/۹) اور لیوی بر حلفا یعنی لیوی ابن حلفا تھا مرقس ۲/۱۴۔ بقول مورخ سقراط جو پانچویں صدی میں ہوا۔ متی مسیحؑ کے بعد حبشہ کی جانب چلاگیا۔ اور بقول بعض پندرہ برس تک ملک کنعان میں رہا۔ سکندریہ کا اسقف کہتا ہے۔ متی شہید نہیں ہوا۔

[illegible]

متی نے اپنی انجیل محض یہودیوں کے واسطے لکھی تھی۔ حال کی انجیل کا طرز تحریر بھی اس پر شاہد ہے۔ کیونکہ وہ عہد عتیق کے اقتباسات عموماً اپنے دعاوی کے اثبات میں پیش کرتا ہے بقول متقدمین۔ مثلاً پاپیاس۔ دار نیوس و پنیتی تُس و ارجن و یوسیبس اور جیروم کے اس نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی۔ جو یہودیوں کی اصلی زبان تھی۔ جیسا کہ ابیونی اور

سنواری فرقہ جات کے پیروکار حال تک یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ دیکھو متی کی تفسیر مصنفہ آر کلارک صاحب کا دیباچہ۔

اب ہم ذرا تفصیل کے ساتھ مسیحی علماء و فضلاء جن کے سامنے حال کے مسیحی علماء کئی برس تک زانوئے شاگردی تہ کرنے کے قابل اور ان متقدمین کے نزدیک طفل مکتب ہیں۔ اس بارے میں خیالات مضبوط اور شواہد مستحکم پیش کرکے جتلاتے ہیں۔ کہ یہ امر کس طرح خود فاضلان مسیحیت کے نزدیک مسلم اور قابل تسلیم ہے۔ کہ متی کی انجیل جو پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں اپنی مکمل صورت میں درجہ تکمیل کو پہنچی۔ زبان عبرانی میں تھی۔ جو اب مفقود ہے۔

ایپے فائنز کا قول | مورخ ایپے فائنز لکھتا ہے۔ ناصری فرقہ متی کی انجیل عبرانی استعمال کرتا تھا۔ اور یہ انجیل متی بڑی مکمل حالت میں انکے پاس تھی۔ یہ بات خوب روشن ہے۔ کہ یہ کتاب انکے پاس اسی طرح محفوظ رہی جس طرح سے کہ وہ پہلے عبرانی میں لکھی گئی تھی دیکھو ایپے فائنز کی بدعتیں باب ۲۹

مذکورہ بالا مشہور و مستند مورخ کے قول سے ثابت ہوگیا۔ کہ فرقہ ناصری جس سے نصاریٰ مشتق ہے۔ اور کہ جو سب سے زیادہ قدیم پرانا عیسائی فرقہ ہے۔ انکی انجیل اول عبرانی میں تھی۔ اور وہ مدتوں تک انکے پاس بزبان عبرانی محفوظ رہی۔ پھر انقلاب زمانہ کی وجہ سے گم ہوگئی۔ اب تاریخی رنگ میں اس سے بڑھکر اور کیا شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔ مگر ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ کہ اتمام حجت کے واسطے قول الحاد کے سوا دیگر معزز علماء اہل تثلیث کے اقوال بھی پیش کردیں۔

فاضل اجل جے۔ ڈی مائیکیلس کا قول | فاضل اجل علامہ عصر جے۔ ڈی۔ مائیکیلس صاحب اپنی مشہور و معروف اور مستند کتاب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ” انجیل عبرانی جو ناصریوں کے پاس تھی۔ اپنے اصل میں یہی انجیل عبرانی متی تھی۔ جو ابتدا میں یہودی مسیحیوں کے واسطے انکی زبان میں رسول متی نے لکھی تھی۔ دیکھو انٹروڈکشن عہد جدید جلد سویم باب چہارم و مخصوص فصل نہم مطبوعہ کیمبرج صفحہ ۶۱۸

اس فاضل کے قول سے بھی یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا۔ کہ انجیل متی ابتداءمیں یہودی عیسائیوں کے واسطے انکی مادری زبان عبرانی میں لکھی گئی۔ یہ ایک پوری طرح سے حجت تمام ہوئی۔ ایسے لوگوں پر۔ جو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ مسیحؑ کے وقت میں یہود کی زبان یونانی تھی۔ نہ کہ عبرانی۔ اب وہ اس فاضل سے فیصلہ کریں۔

شہرہ آفاق بشپ ویسکیٹ صاحب کی شہادت۔

عیسائیو! بگوش ہوش سنو۔ کہ خود تمہارے بشپ صاحب کیا فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی غور کرو۔ جن کو تم بلاوجہ بدعتی کہتے ہو۔ وہ تمہارے گھر کے کہاں تک بھیدی ہیں بے شک وہ جب تمہاری طرح بچے تھے۔ تو بچوں کی طرح کلام کرتے تھے۔ بچوں کی سی طبیعت تھی بچوں کی سی سمجھ تھی۔ لیکن جب جوان ہوئے۔ تو بچپن کی باتیں ترک کردیں۔ ۱ کرنتھی ۱۳:۱۱ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب بشپ صاحب موصوف کی سنیئے۔ فرماتے ہیں۔ متی کی انجیل پہلے عبرانی میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یونانی انجیل مقدس متی کے نام کی رائج نہ تھی بلکہ ایک عبرانی انجیل جس کا متی رسول مصنف تھا۔ معلوم اور مستعمل تھی دیکھو انٹروڈکشن عہد جدید بشپ صاحب موصوف باب سوم صفحہ ۱۸۷

بشپ صاحب موصوف کے کلام سے قطعی فیصلہ ہوگیا۔ اب بھی جو نہ مانے۔ اس کا علاج ہمارے پاس موجود نہیں۔

مورخ یوسی بی اس کی شہادت

مورخ یوسیبس بسند مقدس قدیم اوریجن لکھتا ہے۔ متی کی انجیل جو ایک محصول لینے والے سے مسیح کا رسول ہوگیا تھا سب سے پہلے لکھی گئی۔ یہ انجیل زبان **عبرانی** میں تصنیف ہوئی۔ اور یہودی ایمانداروں کے واسطے شائع کی گئی۔

مذکورہ بالا شہادت کو بشپ ویسکیٹ موصوف نے بھی اپنی مذکورہ کتاب میں درج کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۸۸ باب چہارم اور نیز صفحہ ۲۲۷

مذکورہ بالا مشہور مورخ کے قول نے بھی ایک ناطق تصفیہ فرمادیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے؟

دیگر فضلاء متقدمین کی شہادتیں

انڈروز نارٹن صاحب بہادر اپنی تصنیف ''اثبات اصلیت اناجیل'' میں لکھتے ہیں۔ کہ متی کی انجیل کے سوا ابتدائی زمانہ میں اور کئی کتب بھی جو رسولی تحریریں تھیں۔ بزبان عبرانی میں لکھی گئی تھیں۔ کلیمٹ اور لیک ٹینٹس ہر دو کے نزدیک وعظ بطرش و پولوس بھی عبرانی میں تحریر کیئے گئے تھے اور ان فاضلان کا خیال ہے۔ کہ جب وہ ہر دو حواری روم کی کلیسیا کی بنیاد ڈالتے تھے۔ تو اسوقت حواریین موصوف نے وے کتب لکھی تھیں۔ نیز یہ ہر دو فضلاء سریانی نسخہ ارتسا ئیڈز کی معذرت میں جس کا حال میں پتہ لگ گیا اور جس کو ارنڈل ہیرس صاحب بہادر نے شائع بھی کیا تھا۔ لکھتے ہیں۔ کہ قدماؑ کے درمیان ایسی کتب جو عبرانی میں تھیں۔ برنباس و شبان ہرمس اور رسولوں کی تقسیم کے ہمپایہ تھیں۔ دیکھو ٹیکسٹس اینڈ سٹڈیز جلد اول نمبر اول صفحہ ۸۶ و ۹۹۔

اب ان شواہد کے علاوہ ایک اور بھی سنو!

جیروم کی شہادت

تمام مورخین ومحققین کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔ کہ جیروم نے ملک شام کے شہر حلب نامی میں انجیل متی عبرانی کا ایک نسخہ خود دیکھا تھا جس کی اس نے نقل بھی کی تھی۔ اور جس کا بخیال بعض کے پھر یونانی اور لاطینی میں ترجمہ کیا گیا۔ (مگر ہم اسکے ترجمہ شائع ہونیوالے قول کو بالکل ضعیف خیال کرتے ہیں کیونکہ اس کا ثبوت کچھ نہیں) پھر وہ نسخہ بوجہ عبرانی کے رواج اُٹھ جانیکے مفقود ہوگیا۔ مگر چھٹی صدی عیسوی تک عرب میں برابر ملتا رہا۔

ڈاکٹر موشائم صاحب کی شہادت

مشہور ومعروف تثلیثی فاضل جناب ڈاکٹر موشائم صاحب اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ قدیم فرقہ ناصری ایک کتاب متی کی انجیل کو جو زبان عبرانی میں لکھی گئی تھی۔ مانتا تھا۔ اور ناصریوں کو قدیم عیسائیوں نے بدعتیوں کے ساتھ شامل نہیں کیا۔ پہلا شخص جس نے ناصریوں کو بدعتیوں میں شمار کیا۔ ایپے فائنز تھا۔ جو ایک چوتھی صدی کا مصنف کسی بڑی دیانتداری یا صحت رائے کا نہ تھا۔ ملاحظہ ہو۔ تاریخ کلیسیا مصنفہ ڈاکٹر موشائم صاحب موصوف ترجمہ

ڈاکٹر مرڈاک سنہ ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۸۹ دحاشیہ نمبر ۳

مذکورہ بالا تمام عقلی ۔ نقلی ۔ تواریخی ۔ حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ۔ کہ مسیح کے وقت میں اہل یہود کی زبان عبرانی ہی تھی ۔ اور کہ متی کی انجیل اور دیگر رسولی تحریرات زبان عبرانی میں لکھی گئی تھیں اب تثلیثی لوگ اپنی عہد جدید کو جو موجودہ صورت میں یونانی زبان میں ہے ۔ اپنے پاس رکھیں ۔ ہمیں اس عہد جدید کی ضرورت نہیں ۔ اول عبرانی نسخے نکالکر دکھاویں ۔ پھر مقابلہ کے بعد جانچ پڑتال کر چکنے پر ہم اصلی و نقلی اور جعلی کتب سمجھ سکیں گے ۔

اس مضمون پر ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے ۔ مگر افسوس ہے ۔ کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ۔ کہ ہم بتفصیل بالتوضیح ناظرین رسالہ ریویو کو فائدہ پہنچا سکیں ۔ جو کچھ ہم نے لکھدیا ۔ اتنا لاجواب ہے ۔ اور اگر پھر کبھی اللہ تعالیٰ نے چاہا ۔ تو اسی مضمون پر ذرا اور زیادہ وضاحت سے لکھیں گے ۔

موجودہ انجیل متی کے مصنف کی علمیت مذہبی

اس بات پر ہمارا ایمان ہے ۔ کہ متی حواری جو مسیحؑ کا سچا حواری تھا وہ ایک فاضل اور خدا رسیدہ بزرگ تھا ۔ مگر کیا یہ حیرت کا مقام نہیں! کہ موجودہ انجیل متی کے مصنف موہومی نے کتنی ایک غلطیاں اپنی اس موجودہ تصنیف میں کر دی ہیں ۔ جن سے مجرد یہی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ یہ تحریر اُس متی حواری کی تصنیف نہیں ۔ جو مسیحؑ کا سچا حواری تھا ۔ مشتِ نمونہ از خروارے ذیل میں ہم دو اہم غلط بیانیاں موجودہ متی کی انجیل کے مصنف کی دکھا کر ثابت کیئے دیتے ہیں ۔ کہ یہ انجیل اصلی نہیں ۔

(۱) متی کی انجیل موجودہ کے باب ۲ درس نمبر ۲۳ میں لکھا ہے ۔ اور ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا ۔ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا ۔ پورا ہو ۔ کہ وہ ناصری کہلائیگا ۔

اب تمام توریت ۔ صحف الانبیاء شروع سے آخر تک پڑھو ۔ کہیں یہ لکھا نہ پاؤ گے کہ کسی نبی نے اپنی کتاب میں لکھا ہو ۔ کہ وہ ناصری کہلوائیگا ۔ متی نے یہ بالکل غلط لکھا ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ موجودہ متی کی انجیل کے مصنف نے کسی سے سُنکر یہ لکھدیا ۔ ورنہ اسکو اگر خود عہد عتیق کا علم ہوتا ۔ تو وہ کبھی ایسی غلط بیانی نہ کرتا ۔ اس امر سے پتہ چلتا ہے ۔ کہ موجودہ انجیل متی مسیحؑ کے اصلی حواری متی کی تصنیف نہیں ۔ کیونکہ ہم اصلی صادق متی

حواری کو اس قسم کی غلطی کرنے سے بہت بلند اور بالاتر جانتے ہیں۔

(۲) دوسرا نمونہ علمیت مذہبی کا موجودہ متی کے مصنف کا یہ ہے۔ کہ موجودہ متی کی انجیل میں اس انجیل کا مصنف لکھتا ہے "تب جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔ پورا ہوا کہ انہوں نے وے تیس روپے لئے۔ اسکے ٹھیرائے ہوئے دام جس کی قیمت بعض بنی اسرائیل نے ٹھہرائی اور انہیں کمہار کے کھیت کے واسطے دیا۔ جیسا خداوند نے مجھے حکم دیا" موجودہ انجیل متی باب ۲۷ ورس ۹۔

اب ناظرین غور فرماویں۔ کتنا بڑا تعجب ہے۔ کہ یہ پیشگوئی اگر تمام یرمیاہ کا صحیفہ ٹٹول ماریں۔ سارا پڑھ جاویں۔ چھان بین کریں۔ نہیں ملتی۔ بلکہ مذکورہ بالا ورس جس ورس کا اقتباس ہے۔ وہ ایک دوسرے صحیفے میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی ذکریاہ نبی کی کتاب کے باب ۱۱ ورس ۱۲ و ۱۳ میں پائی جاتی ہے۔ اب اگر متی نے خود یرمیاہ کی کتاب پڑھ لی ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسی فاش غلطی کا مرتکب نہ ہوتا۔ اس سے بھی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ موجودہ انجیل متی مسیح کے اصلی حواری متی کی تصنیف نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے مصنف کی تصنیف ہے۔ جو معمولی علمی غلطیوں سے بھی پاک نہ تھا۔

علم الٰہیات کے پروفیسروں کے جواب کی تردید

بھولے بھالے مسیحیوں کو جب وہ کسی ڈیونٹی کالج میں داخل ہوتے ہیں۔ مذکورہ غلطی کا جواب پروفیسر لوگ یہ بتلا دیتے ہیں۔ کہ چونکہ اس زمانہ میں یرمیاہ کی کتاب زیادہ مشہور تھی۔ اور کہ یرمیاہ کا درجہ بلند سمجھا جاتا تھا۔ اور نیز یہ کہ اس وقت کتاب مقدس کے تین حصے تھے۔ اوّل توریت۔ دوسرا حصہ نبیوں کی کتب یا یرمیاہ کی کتاب۔ تیسرا حصہ زبوروں کی کتاب لہٰذا اسی ترتیب کو مدِنظر رکھکر اور یرمیاہ کا درجہ بموجب اس زمانہ کے دستور کے بلند سمجھکر متی ۲۷/۹ میں کہدیا۔ یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی۔ اور چونکہ یرمیاہ کی کتاب صحف انبیاء کی جلد میں سب سے اوّل کتاب تھی۔ اس لیئے متی نے یہاں یرمیاہ کی کتاب کا نام لکھدیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ صحف الانبیاء یا یرمیاہ کی کتاب کی کسی کتاب میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ اور یہ کوئی غلطی نہیں۔

اس جواب کی لغویت مسیحی پروفیسروں کے اس جواب یا تاویل کی لغویت بلا مبالغہ عیاں ہے۔کیونکہ اگر متی انجیل نویس کا اپنی تصنیف میں اقتباسات درج کرنے کا یہی طرز ہوتا تو اعتراض کی کوئی گنجایش نہ تھی۔لیکن جس صورت میں متی نے متعدد مقامات آپ کے صحف الانبیاء یا یرمیاہ کی کتاب کے انبیاء کے اسماء بتفصیل لکھ دیئے ہیں۔تو کوئی وجہ نہیں۔کہ یہاں ہم تاویل کریں۔مثلاً متی باب ۲ ورس ۱۷ میں یرمیاہ کا نام لکھا اور صحیح پیشگوئی درج کی۔پھر باب ۳ ورس ۳ میں یسعیاہ نبی کا نام لکھکر پیشگوئی درج کی۔پھر باب ۴ ورس ۱۴ میں یسعیاہ کا نام لکھدیا اور پیش خبری کا اقتباس درج کیا۔پھر باب ۱۲ ورس ۱۷ میں یسعیاہ کا نام لکھکر اسکی عبارت درج کی۔پھر باب ۱۳ ورس ۱۴ میں بھی یسعیاہ کا نام لکھا۔اور اقتباس درج کیا۔پھر باب ۱۳ ورس ۳۵ میں صرف نبی کا نام درج کیا۔جس سے مراد داؤد ہے۔پھر باب ۲۱ ورس ۵ نبی کا نام لیا۔اور پیشگوئی درج کی جس سے مراد ذکریاہ ہے۔پھر کتاب مقدس کا لفظ لکھا۔اور عبارت درج کی۔جس سے مراد زبور کی کتاب ہے۔پھر باب ۲۱ ورس ۴۲ پھر اسکے علاوہ باب ۲۲ ورس ۴۳ میں خاص طور سے داؤد نبی کا نام لیا۔اور عبارت درج کی۔پھر دوسری بار ذکریاہ کی کتاب کا حوالہ دیا۔اور نہیں کہا۔کہ یرمیاہ کی کتاب۔کیوں دو دفعہ ذکریاہ کی کتاب سے مراد یرمیاہ نہیں لی دیکھو باب ۲۶ ورس ۳۱۔

پھر ہم کس طرح تسلیم کریں۔کہ چھبیس ۲۶ ابواب تک تو متی رسول نے اپنی تصنیف موجودہ میں۔ذکریاہ۔داؤد۔میکاہ۔یرمیاہ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے اسماء اور کتب میں تمیز کی۔مگر ستائیسویں ۲۷ باب کی ورس ۹ میں صرف اس وقت کے محاورہ کو مدنظر رکھا۔

دوستو! ہم نے دکھا دیا۔کہ متی کا طرز تحریر اس جواب کو لغو ٹھہرا رہا ہے۔اب یہ تاویل نہیں چلتی۔

پھر ایک اور بات سنو! یہودی لوگ عہد عتیق کے مالک جنہوں نے بقول شما خود عہد عتیق کو ثلاثہ حصص پر منقسم کیا ہوا تھا۔کیوں آپ کی اس تاویل کو صحیح نہیں سمجھتے۔کیوں وہ اس اعتراض کا اعادہ کرکے آپ لوگوں کو آئے دن دق کرتے رہتے ہیں۔

اب ہم اس مضمون کو یہ کہکر ختم کرتے ہیں۔کہ موجودہ ناصری یا یونیٹیرین اگر متی کی پہلی

انجیل کو عبرانی میں بتا دیں۔ اور وعظ پطرس و پولوس کو اور نیز دیگر کتب رسولی تحریز کو زبان عبرانی کی پہلی تحریر عقیدۃً سمجھیں۔ تو وہ بدعتی نہیں۔ اور نہ تم ان کی جانب بدعت منسوب کر سکتے ہو۔ کیونکہ ہم نے خود ہر طرح سے ثابت کر دیا۔

دوم اگر یہ ناصری یا یونیٹیرین لوگ موسوی شرع کے پابند۔ ہیکل میں نذریں گذراننے والے ہیں۔ تو یہ بدعتی نہیں۔ کیونکہ وہ مسیح کے اس قول کو یاد رکھتے ہیں۔ جو اس نے ایک مریض کو جب اسے شفا دی تھی۔ فرمائے تھے۔ کہ "مسیح نے اس سے (یعنی مریض مجذوم سے) کہا۔ خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا۔ مگر جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا۔ اور اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت ان چیزوں کو جو موسیٰؑ نے مقرر کیں۔ نذر گذران۔" مرقس ۱/۴۴ و متی ۸/۴ و لوقا ۵/۱۴۔ ختم شد۔ عبد الخالق نومسلم

خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے جنرل کے نام حکم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے مندرجہ ذیل حکم سعد بن ابی وقاص کے نام (جو اسلامی افواج متعینہ عراق عرب کے کمان افسر تھے) بھیجا تھا۔

اما بعد فانی آمرك ومن معك من الاجناد بتقوى الله على كل حال فان تقوى الله افضل العدة على العدو واقوى المكيدة فی الحرب۔ وآمرك ومن معك ان تكونوا اشد احتراسا من المعاصی منكم من عدوكم فان ذنوب الجيش اخوف عليهم من عدوهم ولولا ذلك لم يكن لنا بهم قوة لان عددنا ليس كعددهم ولا عدتنا كعدتهم فان استوينا فی المعصية كان لهم الفضل علينا فی القوة والا ننصر عليهم بفضلنا لم نغلبهم بقوتنا فاعلموا ان عليكم فی سيركم حفظة

من الله یعلمون ما تفعلون فاستحیوا منهم و اسألوا الله العون علی
انفسکم کما تسألونه النصر علی عدوکم اسأل الله ذٰلك لنا و لکم۔
و ترفق بالمسلمین فی مسیرکم و لا تجشمهم مسیرا یتعبهم و لا تقصر بهم
عن منزل یرفق بهم حتّٰی یبلغوا عدوهم و السفر لم ینقص قوّتهم
فانهم سائرون الی عدو مقیم حامی الانفس و الکراع۔ و اقم
بمن معك فی کل جمعة یوما و لیلة حتی تکون لهم راحة یحیون
فیها انفسهم و یرمون اسلحتهم و امتعتهم و نحّ منازلهم عن
قری اهل الصلح و الذمة فلا یدخلها من اصحابك الا من تثق
بدینه۔ و لیکن عندك من العرب او من اهل الارض من تطمئن
الی نصحه و صدقه فان الکذوب لا ینفعك خبره و ان صدقك
فی بعضه۔ و لیکن منك عند دنوك من ارض عدو ان تکثر الطلائع
و تبث السرایا بینك و بینهم ثم اذكِ احراسك علی عسکرك
و تیقظ من البیات جهدك و الله ولی امرك و من معك و ولی
النصر لکم علی عدوکم و الله المستعان +

ترجمہ۔ مَیں تجھے اور تیرے ہمراہ سپاہیوں کو حکم دیتا ہوں کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سپر بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خوف دشمن کے مقابلہ میں سب سے بہتر تیاری اور لڑائی کی تدابیر میں سے سب سے عمدہ تدبیر ہے۔ اور مَیں تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو حکم دیتا ہوں۔ کہ گناہوں سے بچنے کے لیئے۔ اس سے زیادہ چوکس رہو۔ جتنا کہ تم دشمن کے مقابلہ میں رہتے ہو۔ کیونکہ فوج کے لیئے اس کے گناہ بہ نسبت اسکے دشمن کے زیادہ خطرناک ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہماری دشمن کے مقابلہ میں کوئی طاقت نہیں۔ کیونکہ وہ تعداد اور سامان دونوں کے لحاظ سے ہم سے بڑھ کر ہیں۔ اگر ہم گناہ میں انکے برابر ہیں۔ تو وہ طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہیں۔ اگر ہم اخلاقی فضیلت کے ذریعے سے انپر غالب ہوں تو ہم اپنی طاقت کے ذریعے سے انکو مغلوب نہیں کر سکتے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں اور انکو

جو کچھ تم کرتے ہو علم ہے۔ پس بے شرمی کے کاموں سے بچو اور اپنی کمزوریوں کے مقابلہ کے لیئے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو جیسا کہ تم اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد مانگتے ہو میں بھی اپنے لیئے اور تمھارے لیئے ایسا ہی کرونگا۔ سفر کے معاملہ میں مسلمانوں سے نرمی سے پیش آؤ۔ انکو اتنے لمبے سفر کے لیئے مجبور نہ کرو کہ وہ تھک جائیں۔ اور نہ ہی انکو اس سے تھوڑا سفر کرنے دو جتنا کہ وہ آسانی سے کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ بغیر تکان کے دشمن کے پاس پہنچ جائیں۔ کیونکہ وہ ایسے دشمن کے پاس جاتے ہیں جو اپنے گھر میں ٹھہرا ہوا ہے اور جسکی فوج کو کوئی زخم نہیں پہنچا۔ ہر ہفتہ ایک شب و روز کے لیئے آرام کرو۔ اپنے کیمپ کو ان لوگوں سے دور رکھو جنہوں نے تمھارے ساتھ صلح کی ہے اور تمھاری حفاظت میں آگئے ہیں۔ اور اپنے کسی ساتھی کو ان میں آنے جانے کی اجازت نہ دو سوائے انکے جنکی نیک چلنی کا تمھیں یقین ہو۔ اور تجھے اپنے ساتھ عرب یا اُس ملک کے وہ لوگ رکھنے چاہیئے جن کی سچائی اور ہمدردی پر تجھے بھروسہ ہو۔ کیونکہ جھوٹ بولنے والے کی خبر تجھے کوئی فائدہ نہیں دیگی اگرچہ بعض معاملات میں وہ تجھے سچی بات بتلاتا ہو۔ جب تو دشمن کے علاقے میں پہنچے۔ تو بہت سے جاسوسوں کو پہلے بھیجدے اور اپنے اور دشمن کے مابین چھوٹی چھوٹی جماعتیں پھیلا دے۔ فوج پر محافظ مقرر کر اور جہاں تک ہو سکے دشمن کے شب خون سے محفوظ رہ۔ اللہ تعالیٰ ہی تیرا اور تیرے ہمراہیوں کا مربی ہے اور وہی تیرے دشمن کے مقابلہ میں تیرا مددگار اور وہی ہے جو مدد کے وقت بلایا جاتا ہے"

حضرت عمرؓ کی مندرجہ بالا ہدایات اپنے جنرل کے نام کسی تشریح کی محتاج نہیں خط کا ایک ایک لفظ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ تاریخ عالم میں فوجوں کے جنرلوں کے نام ایسے احکام کبھی نہیں جاری ہوئے۔ بہت سی مہذب اقوام دنیا میں گذری ہیں لیکن کسی قوم کے حاکم نے اپنی فوجوں کو ایسے حکم نہیں دیئے۔ موجودہ زمانہ میں دنیا اپنے تئیں تہذیب کے انتہائی مقام پر پہنچی ہوئی گمان کرتی ہے۔ لیکن کیا آپ انکے قواعد میں ایسی بات دکھا سکتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کے پاک الفاظ کے مقابلہ میں وزنی کہلا سکے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ کبھی اُن ہدایات کے جاری کرنیکا کسی حاکم کو

خیال تک بھی نہیں آیا۔ جو حضرت عمرؓ نے اپنے جنرلوں کے لیئے کی تھیں۔ غور کرو کہ تقوی اللہ پر آپ کس قدر زور دے رہے ہیں جنرل اور اس کے ہمراہی دونوں کو ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اور ہر قسم کے گناہ سے اجتناب ضروری ہے۔

یہ بات انکے اچھی طرح ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ کہ وہ صرف اسی حالت میں دشمن پر غالب ہو سکتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں اور ہر قسم کی برائیوں سے کنارہ کریں۔ انکو بتلایا گیا ہے۔ کہ وہ نیکی اعمال صالحہ کے بجالانے اور اعمال بد سے بچنے میں اپنے دشمن سے سبقت لیجاویں۔ انکو مخفی طور پر بھی گناہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر انکے بُرے اعمال کو کوئی آدمی نہیں دیکھتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فرشتے تو انکی نگرانی کرتے اور انکی تمام حرکات کو نوٹ کرتے رہتے ہیں۔ جنرلوں کو اپنے سپاہیوں کے ساتھ مہربان اور نرم ہونا چاہیئے۔ اُن لوگوں کو جو انکے مخالف ہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی چاہیئے فوج کو باشندوں سے دُور خیمے لگانے چاہیئے۔ سپاہیوں کو سوائے انکے جنکی پارسائی میں کوئی شک نہیں ہے دیہات میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ گناہ سے اپنے دشمن کی نسبت زیادہ خوف کھانا چاہیئے۔ پارسائی سب سے عمدہ سامان ہے۔ اور نیکی نہایت ہی عقلمندانہ تدبیر۔ سپاہیوں اور افسروں کو دعا۔ پارسائی اور تقوی اللہ کے ذریعے سے فتح حاصل کرنی چاہیئے۔ تاہم دوسری ضروری احتیاطیں بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کیا کبھی کسی نے اِن سے اعلیٰ ہدایات اپنی فوج اور افسروں کو دی ہیں؟ کیا آپ کسی مہذب قوم کے کسی کمانڈر کا نام لے سکتے ہیں جس نے ایسی روح افزا ہدایات اپنے ماتحتوں کو دی ہوں؟ اس ترقی کے زمانے میں بھی آپ ان احکام کی نظیر نہیں لا سکتے۔ وہ حضرت عمرؓ کون تھے جنہوں نے مندرجہ بالا احکام جاری کیئے۔ کیا وہ وحشی عرب کی قوم میں سے نہیں تھے؟ کیا وہ ان لوگوں میں پیدا نہیں ہوئے تھے؟ جو کسی بُرائی کو نہیں چھوڑتے تھے اور وحشی پن سے مطلق نہیں ٹلتے تھے۔ اہل عرب کے چال چلن کی اس قدر عظیم تبدیلی کا کیا باعث تھا؟ جواب صاف ہے۔ یہ اس عظیم الشان نبی کے اعلیٰ اور مبارک اثر کا باعث تھا۔ جو عربوں کے اندر مکہ میں مبعوث ہوئے۔ یہ وہی تھے

جنہوں نے ان خطرناک وحشی لوگوں کو پاک فرشتوں کی حالت میں تبدیل کر دیا اور تمام انبیاء اور آسمانی پیغمبروں میں سے یہ نبی سب سے اعظم تھے۔ کیونکہ کسی اور پیغمبر نے ایسی معجزہ نما تبدیلی اپنے پیرووٴں میں نہیں پیدا کی۔ اگر کسی اور معلم نے ایسی تبدیلی کی ہو۔ تو اس کا نام سنکر ہم نہایت ہی خوش ہونگے۔ کیا اب بھی اُس نبی کی سچائی میں شک ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنے لوگوں میں ایسی معجزانہ تبدیلی کی ہو۔ وہ نبی جس نے حضرت عمرؓ جیسے آدمی پیدا کیئے۔ ہاں وہ اشخاص پیدا کیئے جو دنیا کے عظیم الشان لوگوں میں آج بھی ایسے ہی لاثانی ہیں جیسے وہ پہلے تھے۔

پیارے محمدؐ! فداک ابی و امی یہ تیری ہی قوت قدسی تھی کہ جس نے مردوں کو زندہ اندھوں کو انکھیارا اور جاہلوں کو عالم بنادیا۔ سُن اے مسلم خوابیدہ سُن! آج پھر محمدؐ عربی آخرین منھم لما یلحقوا بہم کے وعدہ صادقہ کے مطابق احمدؐ قادیانی کی شکل میں ظاہر ہوا اور

منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد

کی ندا سے تمہیں جگا رہا ہے اُٹھ اُس کا دامن پکڑ اور یقین رکھ کہ تو پھر مردوں سے زندہ اندھے سے انکھیارا بوگی سے چنگا بھلا اور جاہل سے عالم بنیگا اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ لیکن اب گو وہ بادشاہت آسمان کی بادشاہت ہے زمین کی نہیں۔ مگر تعلیم وہی تعلیم ہے جس نے عمرؓ جیسے انسان پیدا کیئے تھے اور یقین رکھ کہ محمدؐ بھی صادق اور احمدؐ بھی صادق اور مبارک وہ جو پہلے ایمان لائے اور مبارک وہ جو اب ایمان لائیں ٭

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ

ہمارے ناظرین کے لیئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اشتہار کا پڑھنا جو ۳۰ بیس سال ہوئے شائع ہو چکا ہے۔ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ یہ اشتہار ہماری توجہ کو اُن ایام کی طرف منعطف کرتا ہے۔ جبکہ پنجاب کے دار السلطنت میں ایک اہم مذہبی کانفرنس کی

تیاریاں ہو رہی تھیں اور مندرجہ ذیل پانچ سوالات اس غرض کے لیئے شائع ہوئے تھے کہ مختلف مذاہب کے علماء اپنے اپنے مذہب کی رو سے ان کے جواب اس جلسہ میں پیش کریں۔

۱۔ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبےٰ۔

۳۔ دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں۔

۵۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔

یہ ایک عظیم الشان موقعہ تھا۔ اور مختلف مذاہب کے وکلاء نے اپنے اپنے عالمانہ مضامین اس جلسہ میں پڑھنے کے لیئے بھیجے۔ یہ جلسہ منتظمین کی ایک جماعت کے زیر اہتمام شہر لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ انتظام ہر طرح سے مکمل تھا۔ اور عالموں کی فاضلانہ تقاریر کو سُننے کے لیئے لوگ جمع ہوئے تھے۔ جلسہ میں عام دلچسپی پائی جاتی تھی۔ اور مذہبی معاملات میں دلچسپی لینے والے لوگ دُور و نزدیک سے جوق در جوق آکر جمع ہوئے تھے۔ ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے لیئے ایک آسان فتح کی امید رکھے ہوئے تھا۔ کانفرنس کا وقت۔ جگہ۔ اور دوسری ضروری ہدایات پہلے سے شائع ہو چکی تھیں۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ کی مذہبی اہمیت کو محسوس کر کے پبلک کے فائدہ کے لیئے مجوزہ سوالات پر اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور چونکہ وہ ایک ملہم انسان تھے۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کی روحانی اور دماغی ترقی کا سامان کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام کیا۔ کہ آپ کا مضمون سب سے اعلےٰ رہیگا۔ اور اس طرح اسلام کے سچا مذہب ہونے کی شان و شوکت کا باعث ہوگا۔ مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کو کانفرنس کے منعقد ہونے سے بہت پہلے شائع کر دیا۔ انسانی علم کی محدود نظر میں جلسہ سے اسقدر پہلے اپنے مضمون کی برتری کا شائع کرنا بہت جلد بازی تھی۔ یہ اشتہار یا تو ایک خالی فخر سمجھا گیا ہو۔ یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام مان لیا گیا ہو۔ لیکن بڑے شوق سے اس پیشگوئی کے پورا ہونیکا انتظار

ہونے لگا اور مسیح موعودؑ کے اپنے مضمون کے اعلیٰ رہنے کے اشتہار نے شائق پبلک کی دلچسپی اور امید کو اور بھی تیز کر دیا۔ آخر کار موقعہ آن پہنچا۔ اور مضامین پڑھنے شروع ہوئے یہاں تک کہ مسیح موعود علیہ السلام کے مضمون کی باری آئی۔ اس مضمون نے اُس دن حاضرین کی بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ایک فاضل مرید مولوی عبد الکریم صاحب نے جو خطرناک صاف گو بھی ہوتی آواز رکھتے تھے اس مضمون کو پڑھا۔ مضمون کا مقررہ وقت گذر گیا۔ لیکن یہ ابھی آدھا بھی نہیں ختم ہوا تھا حاضرین کی خواہش تھی کہ اس مضمون کو آخیر تک سُنا جائے۔ اور اس بڑھتی ہوئی خواہش کو دیکھکر منتظمین کانفرنس کو اس مضمون کے ختم کرنے کے لیئے مجبوراً ایک دن اور کانفرنس کے جاری رکھنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ حاضرین کا جوش اور شوق غیر محدود تھا۔ اور ہال میں تِل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی تھی۔ مضمون پڑھا گیا اور ختم کیا گیا۔ عام روساء نے جیسا کہ سِول اینڈ ملٹری گزٹ اور دوسرے اخبارات میں اُس کا اظہار ہوا۔ اس مضمون کی فتح کا اعلان کیا اور اس طرح دوست و دشمن دونوں نے بہت پہلے شائع شدہ پیشین گوئی کے پورا ہونے کی گواہی دی۔ بعد ازاں تمام مضامین کانفرنس کے محرکین کی طرف سے ایک کتاب کی صورت میں "رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب" کے نام سے شائع ہوئے۔ احمد علیہ السلام کی پیشین گوئی کی سچائی کی تصدیق کے لیئے اُس کتاب کے مضامین پر صرف ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کونسا مضمون غالب رہا اور غالب ہے۔ اب ہم ناظرین کو خدا کے ایک نشان کی طرف توجہ دلاتے اور ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ اشتہار (جو جلسے سے بہت پہلے شائع کیا گیا تھا اور جس میں اپنے مضمون کی دوسرے مضامین پر برتری کی پیشین گوئی کی گئی تھی) درج کرتے ہیں :-

نقل اشتہار مطابق اصل

سچائی کے طالبوں کیلیئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ - دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا

ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائیگا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اُس تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائیگا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنیگا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا۔ اور ایک نیا نور اُس میں چمک اُٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک **جامع تفسیر** اُس کے ہاتھ آجائیگی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف گزاف کے داغ سے منزہ ہے مجھے اسوقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لیئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کسقدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور اس نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے **الہام** سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے **جو سب پر غالب آئے گا**۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اسکو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائینگی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گے کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم

❋ سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ اُن کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرمادیں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لیئے آپ کی منشاء کو پورا کرنے کے لیئے طیار ہو گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائیگا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو ان کے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کسقدر پاس ہے۔ اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لیئے مستعد ہیں یا نہیں۔ منہ۔

[illegible] ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اسکی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے **عالمِ کشف** میں اسکے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اُس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ **اللّٰہ اکبر۔ خربت خیبر**۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی۔ یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے بتلایا گیا کہ مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔

پھر مَیں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا۔ اور مجھے یہ الہام ہوا۔

انّ اللّٰہ معک انّ اللّٰہ یقوم اینما قمت

یعنی خدا تیرے ساتھ ہے خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔

اب مَیں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کرکے ان معارف کے سُننے کے لیئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہونگے کہ وہ گمان نہیں کرسکتے ہوں گے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱۔ دسمبر ۱۸۹۶ء

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان - بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

تعلیم

آمد: چندہ مدرسہ	فیس مدرسہ	عمارت	چندہ تعلیم	عطیہ فنڈ	صنعتی تعلیم	وظیفہ تعلیم	متفرق	میزان آمد	بقایا	میزان	خرچ: تنخواہ مدرسہ	سامان	کتب	اخراجات بورڈنگ	فیض اللہ چک	اسکول	امداد	قرضہ	وظائف	اخراجات متفرق	صنعتی	اخراجات	اخراجات زمین	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ

آمد: چندہ	امداد از تعلیم	وظائف	میزان	بقایا	میزان	خرچ: تنخواہ	کتب	اخراجات	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام

آمد: اعانت	انگریزی	اردو	متفرق	اخراجات	میزان	بقایا	میزان	خرچ	اردو	انگریزی	متفرق	خرچ مبلغین	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال

آمد: متفرق	میزان	بقایا	میزان	خرچ: تنخواہ	وظائف	خورد و نوش	اخراجات	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعمیر

آمد: چندہ	متفرق	خرچ	اخراجات	میزان آمد	بقایا	میزان	خرچ	اجرت	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مقبرہ بہشتی

آمد: حصہ آمد	وصایا	متفرق	میزان	بقایا	میزان	خرچ	اخراجات	امداد	میزان خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مساکین

چندہ	دیگر	میزان	بقایا سابقہ	میزان
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم جون سنہ ۱۹۱۶ء کو

تعلیم	۳	۱۱	۱۱۸۶۷
اشاعت	۸	۳	۴۳۷۷
مقبرہ	۷	۷	۹۵۵۱
مساکین	۴	۳	۸۹۰
زکوٰۃ	۹	۱۳	۶۱۳
بورڈران ہائی	۳	۴	۷۲۸
احمدیہ	۰	۱۳	۷۲۳
امانت اندرونی	۹	۶	۵۱۸۶
بیرونی	۰	۰	۶۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۴
میزان	۱	۲	۳۷۹۱۴
منہائی فاضل	۲	۴	۲۹۵۱۷
باقی	۱۱	۱۳	۸۳۹۶
منہائی پیشگی	۹	۷	۸۳۸۹
نزد امین	۲	۶	۷

فاضل صیغہ جات یکم جون سنہ ۱۹۱۶ء

مدرسہ احمدیہ	۱	۱۳	۷۰۹۹
بیت المال	۱۱	۹	۱۴۸۰۸
تعمیر	۰	۸	۱۵۰۶
متفرقات	۵	۴	۴۵۶۶
یتامیٰ	۹	۰	۱۵۳۶
میزان فاضل	۲	۴	۲۹۵۱۷

پیشگی صیغہ جات یکم جون سنہ ۱۶ء

مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعلیم	۰	۱۴	۱۶۲۰
بیت المال	۹	۹	۴۵۵۵
مقبرہ	۰	۰	۴۲۰
اشاعت	۰	۰	۳۵۰
متفرقات	۰	۰	۸۴۳
میزان	۹	۷	۸۳۸۹

رشید الدین — محاسب

محمد اشرف — ناظر

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ بابت جون سنہ ۱۹۱۶ء

تعلیم (آمد / خرچ) — **تعمیر**

چندہ	گرانٹ	[illegible]	فیس	متفرق	میزان	بقایا بابت مئی	میزان	عملہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	متفرق	میزان	باقی	[illegible]	متفرق	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام (آمد / خرچ) — **مدرسہ احمدیہ** (آمد / خرچ)

امانت	انگریزی	اردو	[illegible]	متفرق	[illegible]	میزان	بقایا بابت مئی	میزان	عملہ	اردو	[illegible]	متفرق	میزان	باقی	چندہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال (آمد / خرچ) — **مقبرہ** (آمد / خرچ)

[illegible]	[illegible]	[illegible]	عملہ	[illegible]	وظائف	[illegible]	میزان	فاضل	حصہ آمد	وصایا	[illegible]	[illegible]	متفرق	میزان	بقایا بابت مئی	میزان	[illegible]	مساجد	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(The مقبرہ block continues with the columns باقی and میزان; their amounts are [illegible].)

مساکین (آمد / خرچ) — **زکوٰۃ** (آمد / خرچ) — **یتامیٰ** — **امانت اندرونی** — **امانت بیرونی** — **مستقل فنڈ**

چندہ	[illegible]	میزان	بقایا بابت مئی	میزان کل	[illegible]	بقایا بابت مئی	وظائف	متفرق	میزان	باقی	چندہ	[illegible]	[illegible]	وظائف	فاضل	[illegible]	بقایا بابت مئی	میزان	خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(The last two columns: امانت بیرونی = [illegible]; مستقل فنڈ = [illegible].)

بقایا صیغہ جات یکم جولائی ۱۹۱۶ء کو

تعلیم	۱۲۴۶۱	۳	۳
اشاعت	۴۶۰۲	۵	۲
مقبرہ	۹۸۴۲	۱۳	۱۰
مساکین	۹۵۸	۱۳	۱
زکوٰۃ	۳۲۷	۱۰	۹
بورڈران ہائی	۸۱۵	۱	۹
احمدیہ	۳۲۷	۱۰	۳
امانت اندرونی	۴۹۵۲	۸	۹
بیرونی	۶۱	۰	۰
مستقل فنڈ	۳۹۱۴	۲	۶
میزان	۳۸۲۶۳	۵	۴
منہائی فاضل	۲۹۷۰۵	۸	۱۰
باقی	۸۵۵۷	۱۲	۶
منہائی پیشگی	۸۴۳۹	۷	۹
باقی زد امین	۱۱۸	۴	۹

فاضل صیغہ جات یکم جولائی ۱۹۱۶ء

مدرسہ احمدیہ	۷۲۵۲	۹	۷
بیت المال	۱۴۵۷۶	۸	۱۰
تعمیر	۱۴۴۷	۱۰	۶
متفرقات	۴۹۱۴	۱۱	۸
یتامیٰ	۱۵۱۴	۰	۳
میزان	۲۹۷۰۵	۸	۱۰

پیشگی صیغہ جات یکم جولائی ۱۹۱۶ء

مدرسہ احمدیہ	۶۰۰	۰	۰
تعلیم	۱۶۲۰	۱۴	۰
بیت المال	۴۵۵۵	۹	۹
مقبرہ	۴۲۰	۰	۰
اشاعت	۳۵۰	۰	۰
متفرقات	۸۴۳	۰	۰
تعمیر	۵۰	۰	۰
میزان	۸۴۳۹	۷	۹

[illegible]

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

ٹیچنگز آف اسلام

پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِنظر رکھ کر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اس کتاب یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی (یا تقریر جلسہ اعظم مذاہب) کا انگریزی ترجمہ کرکے ولایت میں چھپوایا گیا ہے۔ اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ۔ امریکہ۔ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کے لیئے یہاں بھی منگوالی گئی تھیں یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرکے اس کا اجر اللہ تعالےٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود ۲۰۰ صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے۔ یعنی صرف عہ۔ بے جلد کی قیمت ۱۴ر محصول ڈاک اسکے علاوہ اُردو قیمت ۵

ملنے کا پتہ۔ **دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب۔**

براہین احمدیہ مکمل چار جلد

حضرت اقدس مسیح موعودؑ مرزا **غلام احمد** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی بے نظیر تصنیف جسمیں تمام اسلامی اصولوں پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور نہایت پُرزور عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ صداقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منجانب اللہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے جواب کے لیئے دسہزار روپے کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا۔ مگر اب تک کسی مخالف اسلام کو جواب دینے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پہلے اس کتاب کی قیمت صہ تھی مگر پبلک کے فائدہ اور ہمدردی کے خیال سے اب صرف عاؔ کردی ہے ؛

درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

Reg. No. L. 303

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

امراض مستورات کی دوا ؀ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید ہمارے ملک کی مشہور دوائیں برہم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملاکر یہ دوا تیار کیگئی ہے اور اسکی آزمایش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم و بچہ دان کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اسلیئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے۔ اس حیض کی خرابی یعنی کم یا زیادہ ہونا نہیں حیض ہونا۔ اور پرہیز زیادہ ہونا۔ کمر پیڑو و جانگھوں اور سر میں درد ہونا۔ جی متلانا وغیرہ وغیرہ دور ہو جاتا ہے پیدا جسمیں سفید سرخ پانی کی طرح مواد نکلتا ہے۔ خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکلیف اس دوا سے رفع ہوتی ہیں رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بیوقت ضائع ہو جاتا ہے۔ نطفہ قرار پانے کے تیسرے چوتھے مہینے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ ایسی حالتمیں اس دوا کا کچھ دنوں تک استعمال کرنیسے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال کرنیسے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک عہ محصولڈاک وغیرہ ۶ر دو شیشی تک ۸ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف دی فیمیل ہوسپٹل رام پور کی رائے۔ آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کی اس سے مجھکو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمائیے۔

قوت کی گولیاں

۳۱ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکنیا ڈامینا کا یہ گولیاں بنی ہیں اسلیئے مغز۔ ریڑہ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر

دیکھیئے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے تیس گولیاں منگائیں انکی تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ رکھنی چاہیئے تھی ؛

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام بھائی بہادر سنگھ مینجر و پرنٹر وزیر ہند پریس امرتسر میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لیئے چھاپا گیا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد (۱۵) بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر (۹)

مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

فہرست مضامین

احمد آخری زمانہ کا رسول ۳۲۱–۳۳۳

یسوع مسیح کا مذہب حقیقی اور انجیل متی کی تواریخ تحقیقی ۳۳۴–۳۴۸

خلیفہ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اپنے جرنیل کے نام حکم ۳۴۸–۳۵۲

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ ۳۵۲–۳۵۶

گوشوارہ ۳۵۷–۳۶۰